ترکی کا موجودہ دستور

نوری ایرن

اس مضمون کی پہلی قسط 'فکر و نظر' کے اپریل ۶۹ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔ یہ مضمون "TURKEY TODAY AND TOMORROW" کتاب سے ماخوذ ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ہو رہا ہے۔ جو عنقریب شائع کیا جائے گا۔ (مدیر)

پہلے کی طرح چیف آف جنرل سٹاف فوجوں کا کمانڈر ہوتا ہے۔ اسے کابینہ نامزد کرتی ہے۔ اور صدر اس کا تقرر کرتا ہے۔ اپنے فرائض اور اختیارات انجام دینے کے سلسلے میں وہ وزیر اعظم کے سامنے جوابدہ ہے۔ اسی دفعہ کے مطابق کابینہ قومی سلامتی برقرار رکھنے اور فوجوں کو جنگ کے لئے تیار رکھنے کے لئے قومی اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہے۔

پہلے دستور کے مطابق صدر کے لئے پارلیمنٹ کے نام سالانہ پیغام بھیجنا ضروری تھا۔ یہ پیغام حکومت کی گزشتہ سال کی سرگرمیوں اور کارگزاری کے جائزہ اور آئندہ سال کے لئے سفارشات پر مشتمل ہوتا تھا۔ نئے دستور کے تحت صدر پر ایسی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ اس طرح صدر کے لئے کابینہ کا ہم خیال ہونا ضروری نہیں رہتا۔ موجودہ دستور کا مقصد یہ ہے کہ صدر ایک غیر سیاسی سربراہِ مملکت کی حیثیت سے ایک سیاسی انتظامیہ کو مناسب حدود میں رکھ سکے۔

دستور کے دوسرے حصہ میں کابینہ کے فرائض، اس کی تنظیم اور فرائض بیان کئے گئے ہیں۔ اور اسمبلی سے اس کے تعلق کی وضاحت کی گئی ہے۔ وزیر اعظم کو صدر مقرر کرتا ہے۔ اس کے لئے اسمبلی کا رکن ہونا ضروری ہے، لیکن اس کے وزیروں کے لئے یہ ضروری نہیں۔ ترکی کے دستور کی یہ بھی ایک جدت ہے۔ اس سے اس حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے کہ محدود حکمراں طبقہ سے باہر ایک لادینی نظریات رکھنے والا تعلیم یافتہ طبقہ زور پکڑ رہا ہے جو اقتدار میں حصہ کا طلب گار ہے اور جو قوم کی رائے میں سیاسی ذمہ داری سنبھالنے کے لائق ہے ——— وزیر اعظم اسمبلی کے دونوں ایوانوں کے سامنے اپنی کابینہ کو پیش کرتا ہے۔ اگر وہ اجلاس میں نہ ہوں تو اجلاس طلب کر لیا جاتا ہے۔ وزیر اعظم کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کابینہ کی تشکیل

کے ایک ہفتہ کے اندر اندر دونوں ایوانوں کے سامنے اپنا پروگرام پڑھ کر سنائے اور قومی اسمبلی سے اس کی بِنا پر اعتماد کا ووٹ طلب کرے۔ اعتماد کے ووٹ پر مباحثہ میں کوئی تاخیر روا نہیں رکھی جاسکتی۔ پروگرام سنانے کے دو روز بعد بحث شروع ہو جانی چاہیئے اور رائے شماری کے لئے بحث ختم ہونے کے بعد ایک پورا دن گزرنا ضروری ہے۔

وزیر اعظم کابینہ کے سربراہ کی حیثیت سے اپنی حکومت کی عام پالیسی پر عمل درآمد کی نگرانی کرتا ہے پالیسیوں کے نفاذ کے طریقۂ کار کے لئے تمام وزراء مشترکہ اور یکساں طور پر ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ہر وزیر اپنے شعبہ میں ہونے والی کارروائیوں اور اپنے ماتحتوں کے تمام افعال اور اعمال کے لئے ذمہ دار ہوتا ہے۔ وزیروں کو قومی اسمبلی کے ارکان سے زائد کوئی تحفظات اور مراعات حاصل نہیں۔

وزیر اعظم کی جانب سے کچھ وزارتوں کو خالی رکھنے اور ان کا لالچ دے کر اسمبلی میں حمایت حاصل کرنے کے طریقہ کو ختم کرنے کی غرض سے دستور میں یہ دفعہ بڑھائی گئی کہ کسی وزارت کے خالی ہونے کے پندرہ روز کے اندر اندر اسے پُر کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ کوئی وزیر قائم مقام وزیر کی حیثیت سے ایک سے زیادہ محکموں کا چارج نہیں لے سکتا۔

کابینہ کے اختیارات کا انحصار پارلیمنٹ کی تائید اور حمایت پر ہے۔ ایک دفعہ کے تحت وزیر اعظم کو اعتماد کے ووٹ کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے جس پر بحث مطالبہ پیش ہونے کے کم از کم ۲۴ گھنٹے بعد شروع ہونی چاہیئے۔ اور جس پر ووٹنگ اور بحث کے خاتمہ کے درمیان بھی اتنا ہی وقفہ ضروری ہے۔ جماعتی نظام کے پہلے دس سالہ تجربے کی بِنا پر دستور میں ایک ایسی خاص دفعہ بھی شامل کی گئی جس کے مطابق قومی اسمبلی کے انتخاب سے پہلے انصاف، اُمورِ داخلہ اور مواصلات کے وزیروں کا مستعفی ہونا ضروری ہے۔

انتخابات کے مقررہ تاریخ سے پہلے منعقد ہونے کی شکل میں ان وزارتوں کے لئے نئے وزیروں کا ایوان کے آزاد ممبروں میں سے مقرر کیا جانا ضروری ہے۔ اگر نئے انتخابات کا فیصلہ صدر نے کیا ہے تو تمام وزیروں کا مستعفی ہونا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں وزیر اعظم ایک عارضی کابینہ تشکیل دے گا اور اس کابینہ میں ہر جماعت کے نمائندے اسمبلی کے ایوانِ زیریں میں اس کی تعداد کے تناسب کے مطابق شامل کیئے جائیں گے لیکن اس کابینہ میں بھی انصاف، مواصلات اور داخلی اُمور کے وزیر آزاد ارکان ہی میں سے لئے جا سکتے ہیں۔

ان دفعات کا مقصد یہی ہے کہ کابینہ کی سطح پر انتخابات میں مداخلت اور دھاندلی نہ کی جا سکے۔

دستور کے دوسرے حصے میں نظم ونسق کو سیاسی انتظامیہ یعنی کابینہ کی جانب سے سیاسی مقاصد کے لئے اور قانون کی حدود سے تجاوز کر کے استعمال کرنے سے باز رکھنے کے لئے ضروری دفعات رکھی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک دفعہ کے مطابق انتظامیہ کا بنایا ہوا کوئی قانون یا ضابطہ قانون نافذ کرنے والی عدالتوں کے دائرۂ اختیار سے باہر نہیں ہوگا۔ اور اگر انتظامیہ کے کسی فعل سے کوئی نقصان ہوتا ہے تو اس کی تلافی انتظامیہ کی ذمہ داری ہے۔ انتظامیہ کی جانب سے من مانی کارروائیوں سے شہریوں کے حقوق کو پوری طرح محفوظ کر دیا گیا۔ ماضی میں سرکاری ملازموں کو بلا کسی معقول وجہ کے برطرف یا ریٹائر کر دیا جاتا تھا۔ اس تجربے کی روشنی میں دستور میں دو نئی دفعات شامل کی گئیں۔ اس زمانے میں سول سروس سے سیاسی کام لیا جاتا تھا اور سیاسی حکمران اسے مجبور کرتے تھے کہ وہ قانون کے الفاظ اور منشاء کو گھما پھرا کر ان کے سیاسی فائدے کے لئے استعمال کریں۔

پُرانے دستور میں ایک دفعہ ایسی بھی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ قانون کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں کسی سرکاری ملازم کا یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا کہ اُس نے اوپر کے احکام کی تعمیل کی تھی۔ دستور میں اس دفعہ کی موجودگی نہ تو سرکاری ملازموں کو محفوظ رکھ سکی اور نہ اوپر سے ھدایات کا سلسلہ ختم ہو سکا۔ اب اس خامی کو اس طرح رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اگر کوئی سرکاری ملازم کسی حکم کو قانون کے خلاف سمجھتا ہے تو اسے اپنے افسر کو اس سے مطلع کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر اس کا افسر اس اشتباہ کی بھی پروا نہ کرے اور اپنے حکم کی تعمیل پر اصرار کرتا رہے تو اسے تحریری طور پر اپنے اشتباہ کا اعادہ کرنا چاہیئے اس کے بعد اس ملازم پر حکم کی تعمیل کے سلسلہ میں کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہے گی۔

ایک اور دفعہ کے مطابق ایسے تمام الزامات جن کی سزا میں تادیبی کارروائی کی جا رہی ہو، تحریری طور پر متعلقہ شخص کو موصول ہونے چاہئیں۔ اور اُسے تحریری طور پر اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے مناسب مہلت ضرور دینی چاہیئے۔ اسے عدالت کے سامنے اپنا کیس پیش کرنے کا حق بھی حاصل ہے۔ دستور کی ایک دفعہ میں سرکاری ملازموں کو سیاسی جماعتوں میں شرکت سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح انہیں سیاسی خیالات کی بنا پر مختلف شہریوں کے درمیان کوئی امتیاز روا رکھنے سے بھی باز رکھا گیا ہے۔ خلاف ورزی کرنے والوں کو عدالت عمل مستقل طور پر ملازمت سے برطرف کر دیتی ہے۔

ایک اور دفعہ کے ذریعہ "یونیورسٹیوں کی علمی اور انتظامی خود مختاری" کی ضمانت دی گئی ہے۔ جماعتی سیاست

کے پہلے عشرے میں یونیورسٹیاں شہریوں کے حقوق کے تحفظ کا ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ تھیں۔ جن کی بنا پر برسرِاقتدار حکومت نے پروفیسروں کے سیاست میں حصہ لینے پر پابندی عائد کردی تھی۔ جو پروفیسر حکومت کے اقدامات کو دستور کے منافی قرار دینے کا حوصلہ کرتے تھے، اُن کی ترقیاں روک کر یا اُنہیں ریٹائر کر کے سزا دی جاتی تھی۔ اس طرح حکومت کی حمایت نہ کرنے والی یونیورسٹیوں کی سرکاری خزانے سے امداد بھی روک لی جاتی تھی۔ موجودہ دستور کے ذریعہ اس قسم کے دباؤ کا تدارک کیا گیا ہے۔ متعلقہ دستوری دفعہ کے مطابق یونیورسٹی سٹاف کے کسی رکن کو صرف یونیورسٹی ہی برطرف کر سکتی ہے۔ پروفیسروں کو لکھنے، سیاسی جماعتوں میں شامل ہونے یہاں تک کہ سیاسی جماعتوں کی مرکزی تنظیموں میں عہدے قبول کرنے کی پوری آزادی ہے۔

یونیورسٹیوں کے علاوہ ریڈیو کا بھی پہلی بار دستور میں ذکر کیا گیا ہے۔ ترکی میں نشریات پر حکومت کا مکمل کنٹرول ہے۔ جس کی وجہ سے برسرِاقتدار لوگ بہت آسانی سے اسے اپنے سیاسی نظریات کی ترجمانی کے لئے استعمال کرتے تھے۔ گزشتہ دس سالوں میں ریڈیو کی جانب دارانہ سیاسی نشریات پر بحث نہایت تلخ اور شدید ہوگئی تھی۔ چنانچہ نئے دستور کی ایک دفعہ کے مطابق ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے نظم و نسق کو خودمختار عوامی اجتماعی اداروں کی طرح قانون کا پابند کردیا گیا ہے۔ اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی تمام نشریات کے لئے غیر جانب دار ہونا ضروری قرار دے دیا گیا ہے۔

ایک اور دفعہ کے ذریعہ پیشہ ورانہ جماعتوں کو حکومت کی مداخلت سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اپنے نمائندے وہ خود منتخب کریں گی اور اپنے ممبروں ہی میں سے منتخب کریں گی۔ حکومت کسی عہدیدار کو عدالت کے فیصلہ کے بغیر مستقل یا عارضی طور پر برطرف نہیں کر سکتی۔ ترک جمہوریت کو سب سے زیادہ نقصان آزاد عوامی اداروں کے فقدان نے پہنچایا تھا۔ نئے دستور نے مزدور جماعتوں، چیمبرس آف کامرس اور بنک کاروں کی تنظیموں کی آزادی کو محفوظ بنا کر ان اداروں کو آگے چل کر عوامی مفاد کی نگہبانی کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔

دستور کی دو اور دفعات کے ذریعہ ملک کو صوبوں (ولایتوں) اور نیچے گاؤں تک مختلف انتظامی چھوٹی یونٹوں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔ سابقہ دستور کے برعکس موجودہ دستور میں ان مقامی اجتماعی عوامی وحدتوں کے لئے سیلف گورنمنٹ کے اصول پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس دستور میں ایک اور عجیب دفعہ بھی شامل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح قوم کے حالیہ تجربات نے بالآخر اس دستور کو جنم دیا۔ یہ دفعہ "جنگلات کے تحفظ اور ترقی" کے متعلق ہے۔ اور اس میں بکری کے متعلق قوم کی پریشانی کو ظاہر کیا گیا ہے، جو ہر قسم کی سبزی اور چھوٹے پودوں کی

ازلی دشمن ہے اور جو اتاترک اور ان کے جانشینوں کی تمام کوششوں کے باوجود ترکی کے بچے کھچے جنگلات کا صفایا کرنے میں مصروف رہی ہے۔ لیکن یہی بکری پہاڑی دیہات میں رہنے والوں کا سب سے بڑا ذریعہ معاش بھی ہے۔ اس لئے یہ سیاست دانوں کے لئے بہت بڑا عذاب بن گئی تھی۔ ایک طرف قومی مفاد کا تقاضا تھا تو دوسری طرف ووٹروں کو راضی رکھنے کی ضرورت تھی۔ دستور کی ان دفعات میں سے ایک کے ذریعہ مملکت کو جنگلات کو محفوظ رکھنے اور ان میں توسیع کرنے کے لئے ہر ضروری اقدام کا پابند کیا گیا ہے۔ اور یہ واضح کر دیا گیا ہے "کسی ایسے کام کی اجازت نہیں دی جائے گی جس سے جنگلات کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ جنگلات میں یا اُن کے قریب رہنے والوں کی نئی آبادکاری قانون کے متعین کردہ طریقے کے مطابق کی جائے گی۔"

جنگلات کا صفایا کرنے میں بکری کی طرح آگ کا بھی کم حصہ نہیں۔ نئے دستور کے مطابق جنگل کا جو حصہ آگ کی نذر ہو جائے گا، وہاں دوبارہ جنگل ہی اُگایا جا سکے گا۔ اور اس جگہ کو کھیتی باڑی یا مویشی پالنے کے لئے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جنگلات کو نقصان پہنچانے کے سلسلہ میں کوئی جرم قابلِ معافی نہیں ہوگا۔ اور ایسے علاقوں میں کسی قسم کی کھیتی باڑی اور پرورش حیوانات کی اجازت نہیں ہوگی۔

دستور کی ایک اور دفعہ بھی اسی طرح قوم کے حالیہ تجربات کا نتیجہ ہے۔ دس سال کے اندر اندر ترک قوم بے مثال خوش حالی سے محروم ہو گئی۔ اور غیر متوقع طور پر اُسے ہر قسم کی قلت سے دوچار ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ کافی بھی، جو جنگ کے دنوں میں بھی راشن پر مل جاتی تھی، بالکل غائب ہو گئی۔ غالباً چار سو سال کی تاریخ میں جب عثمانیوں نے اسے مکہ میں دریافت کیا اور پھر ساری دنیا میں اسے رائج کیا، یہ پہلا موقع تھا کہ ترک کافی سے بھی محروم ہو گئے۔ مینر و کنکریٹ کے لئے سیمنٹ، مکسر اور فولاد ہر جگہ دست یاب ہو سکتا تھا۔ پورے ترکی میں مسجدوں کے میناروں کے ساتھ فیکٹریوں کی چمنیاں بلند ہوتی نظر آنے لگی تھیں۔ ٹرکوں اور ٹریکٹروں کے ہارن اناطولیہ کا ازلی سکوت توڑ رہے تھے، لیکن ارضِ روم میں چینی کے کارخانے کو چقندر دستیاب نہیں تھا۔ سیواس کی سیمنٹ فیکٹری کے پاس کوئلہ نہیں تھا۔ اور ادانا اور ازمیر میں ٹریکٹروں کے ہزاروں مالکان سپارک پلگ اور بیٹریاں خریدنے کے لئے بلیک مارکیٹ میں جمع ہوتے تھے۔ ترقی کے بخار نے سمجھ اور فہم و فراست کو ماؤف کر دیا اور صنعتی ترقی کے نشہ نے احتیاط اور احساسِ تناسب کو بالکل ختم کر دیا۔ ماہرین حکومت پر منصوبہ بندی کے فقدان کا الزام لگاتے تھے۔ لیکن خرابی کا سبب محض یہی نہیں تھا۔ جاتی

نظام میں اقتصادیات سیاست کے تابع ہوگئی تھی۔ ایک طرف اسکندرونہ کی بندرگاہ جہازوں کی کم آمدورفت کے سبب خالی پڑی تھی تو برابر میں مرسین کی توسیع پر کروڑوں روپے خرچ کئے جارہے تھے کیونکہ برسرِ اقتدار جماعت کے ایک بڑے لیڈر کا اس علاقہ سے تعلق تھا۔ بڑھتی ہوئی امیدوں کے پورا نہ ہونے پر مایوس ہوکر عوام نے منصوبہ بندی سے اپنی توقعات وابستہ کرلیں اور ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈروں کو منصوبہ بندی نہ کرنے کی بنا پر بُرا بھلا کہنے لگے۔ منصوبہ بندی کے تابع معیشت کو اقتصادی ترقی کا گُر سمجھا جانے لگا۔

فوجی حکومت نے سب سے پہلے جو کام کئے، ان میں منصوبہ بندی کا ادارہ قائم کرنا بھی شامل تھا۔ دستور کی ایک دفعہ کے مطابق اقتصادی سماجی اور ثقافتی ترقی کے لئے کسی منصوبے کا وجود ضروری قرار دیا گیا ہے۔ دستور کی اس دفعہ کے ذریعہ اسمبلی کو سرکاری منصوبہ بندی کے ادارے کے لئے ضروری عملہ اور اس کے فرائض متعین کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور منصوبے کی تیاری، عمل درآمد اور نظرِ ثانی کے اصول وضع کرنے کی ذمہ داری بھی اسمبلی کو سونپی گئی ہے۔ نئی اسمبلی اس موقع سے کتنا فائدہ اُٹھاتی ہے اور آیا دستور کے تحت منصوبہ بندی قومی معیشت کو قومی سیاست کے مکمل تابع ہونے سے بچا سکے گی، اس کا جواب وقت ہی دے گا۔

دستور کی ایک اور دفعہ کی رو سے ملک کے وسائل اور قومی دولت سے استفادہ کا صرف مملکت کو حق دار قرار دیا گیا ہے۔ لیکن قانونی اجازت حاصل کرکے نجی کاروبار کرنے والے بھی براہِ راست یا حکومت کے اشتراک سے ان وسائل سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

دستور کے تیسرے حصہ کا تعلق عدلیہ سے ہے۔ دستور کی کل ۱۵۲ دفعات میں سے ۲۰ یعنی ۱۴ فی صدی اس موضوع کے متعلق ہیں۔ اور ان میں عدالتی طریقۂ کار کے ہر پہلو کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس حصہ میں قانون کی حکومت کے اصول کے احترام پر توجہ دی گئی ہے، جو ترکوں کے جمہوری تصورات میں سب سے اہم بات ہے۔ اتاترک کا تیسرا ورثہ ایک آزاد عدلیہ کا قیام تھا۔ ان کے بنائے ہوئے دستور میں، جس کے مطابق قانون سازی اور انتظامی دونوں قسم کے اختیارات اسمبلی کو حاصل تھے، یہ صراحت کی گئی تھی کہ عدالتی اختیارات آزاد ٹریبونوں کو حاصل ہوں گے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ قوم کے دل میں دیانت دار، فرض شناس، عادل اور آزاد پیشہ ور ججوں پر گہرے اعتماد کا احساس پیدا ہوا۔ اُسی دستور کی ایک دفعہ میں کہا گیا تھا کہ "عدالتوں کے جج مقدمات کی سماعت اور اُن کے فیصلے سنانے میں پوری طرح آزاد ہیں۔ وہ ہر قسم کی مداخلت سے آزاد ہیں اور ان کا انحصار صرف قانون پر ہے۔ عدالتوں کے فیصلوں میں قومی اسمبلی یا وزراء کی کونسل کسی بھی قسم کا کوئی ردّوبدل نہیں

کر سکتے۔ نہ انہیں ملتوی کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ان کے نفاذ میں رکاوٹ پیدا کی جا سکتی ہے۔"

ایک اور دفعہ کے مطابق کسی مجسٹریٹ کو قانون کے بتائے ہوئے طریقوں کے سوا اور کسی بھی طرح اور کسی بھی حالت میں برطرف نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۳۴ء کے "مجسٹریٹوں کے متعلق قانون" کے ذریعہ انہیں مکمل آزادی حاصل ہو چکی تھی۔ ان کے بارے میں یہ تاثر، کہ انہیں خریدا نہیں جا سکتا اور قانون کے راستے سے منحرف نہیں کیا جا سکتا، اتنا عام اور گہرا تھا کہ ۱۹۵۰ء میں سیاسی پارٹیوں کے درمیان شدید تنازعہ صرف اسی وقت دور ہو سکا، جب انتخابات عدلیہ کی نگرانی میں کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ڈیموکریٹک پارٹی پر سے اعتماد اسی وقت اُٹھنا شروع ہوا، جب اُنھوں نے گیارہ ججوں کو ریٹائر کر دیا، اور اس طرح ملک کے تمام اہم ججوں کے سروں پر تلواریں لٹکا دیں۔ نئے دستور میں ججوں کی آزادی، عہدے کی میعاد اور پیشہ وارانہ دیانت کے بارے میں انتہائی غیر مبہم اور بے لاگ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ کوئی سقم باقی نہیں رہنے دیا گیا۔ متعلقہ دفعہ میں کہا گیا ہے:۔ "جج پوری آزادی سے اپنے فرائض انجام دیں گے۔ وہ ملک کے دستور، قانون، انصاف اور اپنے ضمیر کے مطابق فیصلے کریں گے۔ کوئی ادارہ، کوئی عہدے دار، کوئی ایجنسی اور کوئی فرد عدالتوں یا ججوں کو ان کے عدالتی فرائض کے سلسلہ میں کسی قسم کی ہدایات نہیں دے گا۔ انہیں کوئی سرکلر نہیں بھیج سکے گا۔ نہ کوئی سفارش کرے گا اور نہ ان کے سامنے کسی قسم کی تجویز پیش کرے گا۔ کسی زیرِ سماعت مقدمہ کے سلسلہ میں اسمبلی میں کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ کوئی بیان نہیں دیا جائے گا۔ نہ کوئی بحث کی جائے گی۔ مقننہ اور انتظامیہ دونوں عدالت کے فیصلوں کی تعمیل کرنے کی پابند ہیں۔ یہ ادارے یا حکومت عدالت کے فیصلوں میں کسی بھی حالت میں کوئی ردّ و بدل کریں گے نہ ان کی تعمیل میں تاخیر کریں گے۔"

ایک اور دفعہ میں کہا گیا ہے کہ "ججوں کو برطرف نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک ان کی اپنی خواہش نہ ہو۔ انہیں دستور میں مقرر کی ہوئی عمر تک پہنچنے سے پہلے ریٹائر بھی نہیں کیا جائے گا —— کسی عدالت کے ٹوٹ جانے یا کسی عہدے کے ختم ہو جانے کی حالت میں بھی ان کو تنخواہ سے محروم نہیں کیا جائے گا۔" اس سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے جنہیں کسی ایسے جرم میں سزا ہو گئی ہو، جس کی پاداش میں ملازمت سے برطرفی ضروری ہو۔ یا جو بیماری کے سبب معذور ہو گئے ہوں۔ اور جنہیں پیشہ میں رہنے کے نااہل قرار دے دیا گیا ہو۔ ایک اور دفعہ میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ ان مستثنیات پر کیسے عمل درآمد کیا جائے گا —— دستور نے ججوں کی تقرری اور برطرفی کے معاملہ میں حکومت کی مداخلت کے تجربے کے پیشِ نظر

"ججوں کی ایک سپریم کونسل" مقرر کی ہے، جسے عدلیہ سے متعلق تمام ذاتی معاملات کے بارے میں فیصلہ کرنے کے حتمی اختیارات دیئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں دستور کی متعلقہ دفعہ میں کہا گیا ہے کہ "کسی جج کو کسی بھی بنا پر برطرف کرنے کا فیصلہ جنرل اسمبلی کے پورے اجلاس میں قطعی اکثریت کے ذریعہ کیا جائے گا۔ وزیرِ انصاف جب مناسب اور ضروری سمجھے، کسی جج کے خلاف انضباطی کارروائی کے لئے ججوں کی سپریم کونسل کے سامنے درخواست پیش کر سکتا ہے۔ کسی عدالت کو توڑنے، عہدے کو ختم کرنے اور کسی عدالت کے دائرۂ اختیار کے تعین کا انحصار ججوں کی سپریم کونسل کی منظوری پر ہے۔ ججوں کے کام کی نگرانی اعلیٰ مرتبہ کے وہ جج کریں گے، جنہیں ججوں کی سپریم کونسل مخصوص مقاصد کے لئے مقرر کرے گی۔

سپریم کونسل کی تشکیل کے متعلق دفعہ میں کہا گیا ہے کہ اس کے رکن اعلیٰ ترین اور ملک کے انتہائی محترم جج ہو سکیں گے۔ ملک کی اعلیٰ عدالت قانونی عدالتوں کے تمام فیصلوں پر نظر ثانی کرنے کا آخری ادارہ ہے۔ اس عدالت کے ججوں کو ججوں کی سپریم کونسل انتخاب کے ذریعہ مقرر کرتی ہے۔

ایک اور دفعہ میں کونسل آف سٹیٹ کے متعلق کہا گیا ہے کہ جو معاملات قانون نے دوسری انتظامی عدالتوں کے حوالے نہیں کئے، انہیں براہِ راست کونسل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن باقی معاملات میں وہ آخری عدالت کی حیثیت رکھتی ہے۔ کونسل آف سٹیٹ انتظامی تنازعات اور مقدمات کی سماعت کرے گی۔ اور ان پر فیصلہ دے گی۔ وزرا کی کونسل کی جانب سے پیش کئے جانے والے قانون کے مسودات پر رائے کا اظہار کرے گی۔ قواعد کے مسودوں اور مراعات کے معاهدوں کا جائزہ لے گی۔ کونسل کے چیئرمین اراکین، اور چیف اٹارنی کو، جن کے لئے قانون کی مقرر کی ہوئی اہلیت کا حامل ہونا ضروری ہے، دستوری عدالت کے مستقل اور متبادل ممبر خفیہ بیلٹ کے ذریعہ منتخب کریں گے اور اس انتخاب کے لئے دو تہائی اکثریت ضروری ہوگی۔

سول کی طرح فوجی امور کی بھی ایک اعلیٰ عدالت ہے جو فوجی عدالتوں کے فیصلوں پر نظر ثانی کرتی ہے۔ اس کے علاوہ بعض خصوصی معاملات میں وہ براہِ راست بھی سماعت کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک عدالت دائرہ اختیار کے متعلق تنازعات کا تصفیہ کرتی ہے۔ اگر سول انتظامی یا فوجی عدالتوں کے درمیان دائرہ اختیار کے متعلق کوئی اختلاف ہو جائے تو یہ عدالت اس کا فیصلہ کرتی ہے۔

دستوری عدالت کا قیام ترکی کی حکومت کے ڈھانچہ اور اُس کے فلسفہ میں سب سے اہم اضافہ اور جدت

کی حیثیت رکھتا ہے۔ پُرانے دستور کے مطابق پارلیمنٹ کے کسی فیصلہ کو عدالت میں پیش کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ نئے دستور سے اس کے برعکس صورتِ حال پیدا ہوگئی ہے۔ نئے دستور میں نہایت واضح طور پر کیا گیا ہے کہ دستوری عدالت اس امر کا جائزہ لے گی کہ قومی اسمبلی کے بنائے ہوئے قوانین اور بائی لاز دستور کے مطابق ہیں۔ اس معاملہ میں دستور وضع کرنے والوں کا رویہ اتنا سخت تھا کہ انھوں نے دستور میں یہ دفعہ بھی شامل کی کہ "انتظامیہ کا کوئی فعل اور کوئی اقدام بھی عدالتوں کے جائزے سے باہر نہیں"۔ اس کے علاوہ دستور میں دو ٹوک الفاظ میں کہا گیا ہے کہ " دستوری عدالت کا فیصلہ حتمی ہوگا۔ وہ تمام قوانین اور بائی لاز جنہیں یہ عدالت دستور کے منافی قرار دے، اس فیصلہ کی تاریخ سے کالعدم سمجھے جائیں گے۔ خاص حالات میں دستوری عدالت اس فیصلہ کی تنسیخ کے نفاذ کی تاریخ مقرر کرسکتی ہے، یہ تاریخ فیصلہ کی تاریخ سے زیادہ سے زیادہ چھ مہینے آگے ہوسکتی ہے۔ دستوری عدالت کے فیصلوں کا فوری طور پر سرکاری گزٹ میں شائع ہونا ضروری ہے۔ یہ فیصلے مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ سب کے لئے واجب التعمیل ہیں[۹]۔

دستور وضع کرنے والوں نے اس بات کا پورا لحاظ رکھا ہے کہ عدالت کے ممبر نہایت اعلیٰ سطح کے ججوں میں سے لئے جائیں اور انہیں زیادہ سے زیادہ لوگوں کا اعتماد حاصل ہو۔ چنانچہ ان ججوں کا انتخاب مختلف حلقوں کی جانب سے کیا جاتا ہے۔ چار ارکان کو عدالت عالیہ منتخب کرتی ہے۔ تین ارکان کو کونسل آف سٹیٹ کی جنرل اسمبلی منتخب کرتی ہے۔ ایک کو کورٹ آف اکاؤنٹس منتخب کرتی ہے۔ قومی اسمبلی اور سینٹ کی جانب سے علی الترتیب تین اور دو جج منتخب کئے جاتے ہیں۔ یونیورسٹیوں کی جانب سے ایک اور فوجی عدالتِ عالیہ کی جانب سے دو امیدوار فراہم کئے جاتے ہیں جنہیں پارلیمنٹ منتخب کرتی ہے، باقی ججوں کو پارلیمنٹ صرف یونیورسٹی کے پروفیسروں، کم سے کم پندرہ سال کا تجربہ رکھنے والے وکیلوں اور مذکورہ بالا اعلیٰ عدالتوں کے ارکان ہی میں سے منتخب کرسکتی ہے۔ متبادل جج حسبِ ذیل اُصول کی بنا پر منتخب کئے جاتے ہیں۔ دونوں ایوانوں کی جانب سے ایک ایک بار عدالتِ عالیہ کی جانب سے دو اور کونسل آف سٹیٹ کی جانب سے ایک۔ دستوری عدالت کے اراکین کے لئے ۶۵ سال کی عمر میں ریٹائر ہوجانا ضروری ہے۔ کسی رکن پر ایسے جرم کے ثابت ہوجانے پر جس کی سزا میں برطرفی بھی شامل ہے، اس کی عدالت کی رکنیت خود بخود ختم ہوجاتی ہے۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ خرابیٔ صحت کی بنا پر اپنے فرائض انجام نہیں دے سکتا تو دستوری عدالت مکمل اجلاس میں دو تہائی اکثریت سے اس کی رکنیت کو ختم کرسکتی ہے۔

دستور کی تین دفعات قانون سازی کے حق اور شرائط سے متعلق ہیں۔ جمہوریہ کے صدر، سیاسی جماعتوں، ججوں کی سپریم کونسل، عدالتِ عالیہ، کونسل آف سٹیٹ، فوجی عدالتِ عالیہ اور یونیورسٹیوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ قومی اسمبلی کے بنائے ہوئے قانون بائی لاز یا ان کی کسی مخصوص دفعہ کے دستور کے منافی ہونے کی بنا پر ان کی تنسیخ کے لئے مقدمہ دائر کر سکیں۔ مزید برآں عدالت کو "اعلیٰ کونسل" کی حیثیت سے جمہوریہ کے صدر، وزراء کی کونسل کے اراکین، اعلیٰ عدالت کے ممبروں اور دوسرے تینوں سب سے بڑے ٹریبونلوں کے اراکین کے خلاف مقدمہ کی سماعت کا بھی اختیار حاصل ہے۔

مقننہ اور انتظامیہ پر عدلیہ کی نگرانی کا یہ انتظام کر دینے کے بعد دستور کے بنیادی اصولوں کو اُلٹ دینے کا صرف ایک ہی طریقہ باقی رہ جاتا تھا۔ وہ تھا دستور کو بدل دینا۔ اس دروازے کو بھی مضبوطی سے بند کر دیا گیا ہے۔ دستور کی متعلقہ دفعہ کے مطابق دستور میں کسی ترمیم کی تجویز پر دونوں ایوانوں کے ایک تہائی اراکین کے دستخط ہونے ضروری ہیں۔ ایسی تجویز پر عجلت میں غور نہیں ہوگا اور اس کی منظوری کے لئے ہر ایک ایوان میں دو تہائی اکثریت کی حمایت ضروری ہوگی۔ دستور کا منشا ان دو خرابیوں کا انسداد ہے جو جمہوری حکومت کے پہلے دس سالوں میں تکلیف کا باعث رہی ہیں۔ انسانی حقوق اور انفرادی آزادی پر دست اندازی اور "ایک قوم کے اقتدارِ اعلیٰ" کا پارلیمنٹ میں اکثریت رکھنے والی جماعت کی جانب سے بے جا استعمال۔

دستور کے دیباچہ (PREAMBLE) میں انسانی حقوق اور آزادیوں کو حکومت کا بنیادی اصول قرار دیا گیا ہے۔ طریقۂ انتخاب اور دونوں ایوانوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کے ساتھ دستوری عدالت کی نگرانی کے سبب اکثریت کے ناروا غلبہ کا امکان قریب قریب ختم ہو گیا ہے۔ چونکہ یہ دستور ترک قوم کے تازہ تجربات کی روشنی میں اور عملی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے وضع کیا گیا ہے اس لئے اُمید کی جا سکتی ہے کہ کسی کش مکش اور چپقلش کے بغیر وہ بروئے کار رہے گا۔ لیکن ایک سچی جمہوریت کی کامیابی کا انحصار بدستور سیاسی قیادت اور اقتدار سے وابستہ چیدہ چیدہ اشخاص کی اہلیت پر ہی رہے گا کہ وہ اپنے مزاج کو کس حد تک عام خواہشات کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ آیا یہ دستور وہ ڈھانچہ فراہم کر سکے گا جس کی حدود کے اندر ایک متعدد پہلو رکھنے والا معاشرہ مؤثر طور پر کام کرتا رہے گا اس کا انحصار سیاسی قیادت اور سیاسی جماعتوں کی کامیابی پر ہوگا۔